سورۂ فاتحہ میں مذکور صفات الٰہیہ
اور دورہ فجی کے واقعات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴را کتوبر ۱۹۸۳ء بمقام دارالذکر لاہور)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۲﴾ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۳﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۴﴾ (النصر)

اور پھر فرمایا:

میں کل مشرق بعید کے دورے سے واپس کراچی پہنچا تھا۔اللہ تعالیٰ کا یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اس نے اس دورے کے بہت سے حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اپنے فضل سے وہ راستے آسان فرما دیئے جن راستوں پر چلنے کی میری ذات میں ہمت اور طاقت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دلوں کو کھول دیا اور میری بات میں اثر پیدا کیا اور ایسا انتظام فرمایا کہ تربیت کا بھی موقع ملا اور تبلیغ کا بھی اور پیغامات پہنچانے کے وہ ذرائع مہیا ہوئے جو ہمیں میسر نہیں تھے۔ان علاقوں میں چونکہ جماعت کا کوئی خاص اثر نہیں تھا اس لئے بظاہر کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ ہماری درخواست پر ہمارے لئے وہ مہیا کئے جائیں۔اسی طرح رسل ورسائل اور ریڈیائی ذرائع بھی

میسر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور جماعت کے لئے لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیا انہوں نے ہمارے ساتھ بڑا تعاون کیا اور ان کے ذریعہ جماعت احمدیہ کا پیغام لکھوکھہا انسانوں تک پہنچا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ بہت مصروف وقت گزرا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ سوا مہینے میں کئی سال کے کام ہوئے اور کئی سال کے بعد واپس لوٹ رہا ہوں۔ اصل بات تو یہی ہے کہ وقت گھڑی سے نہیں بلکہ واقعات سے جانچا جاتا ہے۔ ایک سست انسان جس کی زندگی خالی ہوتی ہے وہ اگر سو سال بھی جیئے تو عملاً ایک مصروف آدمی کی چند دن کی زندگی کے برابر زندہ رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اگر توفیق عطا فرمائے اور واقعات تیزی سے انسانی زندگی میں گزرنے لگیں تو بہت تھوڑے وقت میں یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ کئی سال گزر چکے ہیں۔ آج صبح کی بات ہے میں کراچی میں ایک دوست کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک عام آدمی کی زندگی میں ایک ہزار آدمی سے ذاتی اور تفصیلی تعارف پیدا ہو جائے اور وہ گہرے طور پر ایک دوسرے کے واقف ہو جائیں اور ایک دوسرے سے مل کر ان کے اندر جذباتی تعلق قائم ہو جائے اور آپس میں مودّت کے گہرے رشتے پیدا ہو جائیں لیکن اس میں کوئی بھی مبالغہ نہیں کہ اس دورے میں کئی ہزار دوستوں سے گہرا تفصیلی تعلق قائم ہوا، محبت کے رشتے قائم ہوئے ، بچوں کے ساتھ بھی ، بڑوں کے ساتھ بھی اور ہم نے ایک دوسرے کو قریب سے دیکھا اور سمجھا۔

پس باقی ساری باتیں اگر چھوڑ بھی دیں تب بھی صرف یہی پہلو بہت وزنی ہے اور اتنی مصروفیت رہی ملاقاتوں کے لحاظ سے ہی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سفر پر نکلے ہوئے مدتیں گزر گئی ہیں۔ فلم کی طرح چہرے سامنے آتے رہے اور پھر چہروں سے آگے بات بڑھی اور روحوں سے شناسائی ہوئی، محبت اور مودّت کے تعلقات قائم ہوئے، ان کا بھی ایمان بڑھا، ان کو دیکھ کر اور مل کر میرے ایمان میں بھی رونق آئی۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا اور میرے ساتھیوں کا سارا وقت بہت مصروف رہا اور اس احسان کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ زبان میں طاقت نہیں کہ کما حقہ شکر ادا کر سکے مگر یہ صرف میرے لئے شکر کا مقام نہیں ہے بلکہ ساری جماعت کے لئے شکر کا مقام ہے کیونکہ میں اپنی ذاتی حیثیت میں تو یہ دورہ نہیں کر رہا تھا نہ میرے ساتھی ذاتی حیثیت میں میرے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات ساری جماعت پر ہیں۔

جیسا کہ میں نے گزشتہ سفر میں واپسی پر کہا تھا مجھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ احباب جماعت کی دعائیں قبول ہو کر پھل بن کر ہم پر نازل ہو رہی ہیں اور خدا کی رحمت آتی ہوئی نظر آتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ جس طرح کوئی توقع نہیں ہے اچانک غیب سے دست قدرت آتا ہے اور وہ مدد کر دیتا ہے تو لازماً اس میں ساری جماعت شامل ہے۔ خلیفہ اور جماعت دو الگ وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود کی دو حیثیتیں اور دو نام ہیں اس لئے صرف میرے لئے نہیں بلکہ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے اس نے اپنے فضل سے ہم پر بہت بڑے احسانات فرمائے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک مجلس میں یا کئی مجالس میں بھی یہ تفصیلی باتیں تو بیان نہیں ہوسکتیں اس لئے میں نے سوچا ہے کہ آج آپ کو فجی سے متعلق کچھ باتیں بتاؤں۔ تو ایسی باتیں جن کو سن کر آپ کے اندر ذمہ داریوں کے احساس بھی بیدار ہوں اور دین کے لئے پہلے سے بڑھ کر خدمت کا جذبہ پیدا ہو اور مستقبل میں آپ دیکھیں کہ ہمارے سامنے کیا کیا ذمہ داریاں آ رہی ہیں ان کو سنبھالنے کے لئے آئندہ تیاری کرنی پڑے گی۔ چنانچہ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا اسی موقع سے تعلق ہے اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۲﴾ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ﴿۳﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ایک خوشخبری دی ہے۔ فرمایا ایسا وقت آنے والا ہے کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں گے اور خدا کی طرف سے فتح آئے گی اور خدا کی طرف سے نصرت ملے گی۔

اس مضمون میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف خوشخبری دی بلکہ بعض ایسی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جن کی طرف عام طور پر انسان توجہ نہیں کیا کرتا۔ جب بھی کسی کو فتح ملتی ہے، جب بھی کسی کو نصرت عطا ہوتی ہے دماغ میں ایک کیڑا آ جاتا ہے کہ یہ میری کوشش سے ہوا ہے، میری چالاکیوں سے ہوا ہے، میرے علم سے ایسا ہوا ہے، میں نے کیسی اچھی تنظیم کی تھی، کیسی اچھی تدبیر کی تھی، کیسا اچھا لیکچر دیا تھا، کیسی اچھی کوشش کی تھی، انسانی نفس انسان کو اس قسم کے توہمات میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ نصرت اور فتح تمہاری کوشش سے ہوگی۔ تم اپنی کوشش سے تو دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے، تم اس لائق نہیں ہو، تم اس قابل نہیں ہو کہ عظیم الشان کام کر سکو اور دلوں میں ایک انقلاب برپا کر سکو۔ یہ خدا کا کام ہے اس لئے اللہ کی نصرت آئے گی، اللہ کی طرف سے فتح آئے گی اور یہ خدا ہی ہے جو لوگوں کو فوج در فوج اسلام میں داخل کرے گا۔ فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳ (النصر)

جب خدا کی طرف سے فتح ونصرت عطا ہوتو اس وقت تمہیں چاہئے کہ خدا کی تسبیح کرو اور اس سے استغفار کرو۔ بظاہر تو اس کا فتح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فتح کے وقت تو یہ کہا جاتا ہے کہ شادیانے بجاؤ، اچھلو اور کودو اور جشن مناؤ لیکن خدا تعالیٰ نے ان چیزوں میں سے کسی کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا جب خدا کی طرف سے نصرت آئے اور فتح ملے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ تو خدا تعالیٰ کی تسبیح بھی کرنا، اس کی حمد کے ترانے بھی گانا اور استغفار بھی کرنا تا کہ تمہارے نفس میں انانیت کا اگر کوئی ادنیٰ سا بھی کیڑا پیدا ہو تو وہ کچلا جائے، تمہاری توجہ اس طرف پھر جائے کہ جس ہستی نے یہ نصرت عطا کی ہے میں اس کی حمد کے گیت گاؤں، جس نے ہمیں یہ فتح نصیب فرمائی ہے اس کی تسبیح کروں۔ تسبیح وتحمید اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس فتح کا فائدہ کوئی نہیں ہوسکتا جو فتح دین کی فتح ہوا کرتی ہے اگر آپ تسبیح اور تحمید کے بغیر دین میں کوئی فتح حاصل کریں گے تو وہ ضائع چلی جائے گی اور بجائے فائدہ کے بسا اوقات نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ دین کا ایک غلبہ تو مقدر ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ وہ مقدر ایسے وقتوں میں آجاتا ہے جب دین بگڑ چکا ہوتا ہے۔ خدا نے تو وہ وعدہ پورا کر دیا اس نے دین کو فتح عطا کر دی لیکن لوگ بگڑ چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے عملاً وہ فتح بیکار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسی کئی قومیں ہمارے سامنے ہیں جن کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ خدا نے تو ان کو فتح عطا فرما دی لیکن بدقسمتی سے وہ لوگ بگڑ چکے تھے اور فتح سے استفادہ نہ کر سکے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ملے اور فتح عطا ہو تو فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی تسبیح کے ترانے گانا اور اس کی حمد کرنا یعنی دو طرح کی قوتیں اپنے رب سے حاصل کرنا۔ ایک تو یہ کہ تسبیح کے ذریعہ خدا کے حضور یہ عرض کرنا کہ ہم تو نقائص سے پاک نہیں ہیں، ہماری تو ہر چیز میں غلطیاں ہیں اس لئے اے خدا! تو غلطیوں سے پاک ہے ہم تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں اس فتح میں ہماری غلطیوں کے نتیجہ میں جو کمزوریاں رہ جائیں ان سے ان قوموں کو محفوظ رکھنا جو اسلام میں داخل ہو رہی ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہم اپنی بدبختی سے اپنی کمزوریاں ان میں داخل کر دیں اور چونکہ یہ بھی

کمزوریوں سے پاک نہیں ہیں اس لئے یہ نہ ہو کہ جب یہ لوگ ہمارے اندر آئیں تو اپنے بدخیالات اور بدرسوم اور کمزوریاں لے کر داخل ہو جائیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ جب بھی مذاہب غلبہ پاتے ہیں یہ Process اور یہ واقعہ ضرور رونما ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو یہ ہوتا ہے کہ داخل ہونے والے جب پہلوں کی کمزوریاں دیکھتے ہیں تو ان میں سے بعض ٹھوکر کھاتے ہیں اور واپس پھر رہے ہوتے ہیں یعنی مرتد ہو رہے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو قریب سے دیکھتے ہیں، ان کو نظر آتا ہے کہ ان میں تو بہت سی بیماریاں ہیں، یہ تو اتنے اچھے نہیں جتنے سمجھ کر ہم داخل ہوئے تھے تو دوسری طرف بعض لوگ جو واپس نہیں جاتے بلکہ اکثر ہیں جو واپس نہیں جاتے مگر وہ ان کمزوریوں کا شکار ہو جاتے ہیں جو پہلے موجود ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا جس طرح پہلے تھے اس طرح اب بھی ہیں اور پہلے اگر کمزور تھے تو یہ لوگ بھی تو کمزور ہیں ان کمزوریوں اور بدیوں میں مبتلا ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ پس وہ قوم بڑی بدقسمت ہوتی ہے جس کو خدا فتح نصیب کرے اور وہ خدا کی عطا کردہ اس فتح کے مزاج کو بگاڑ دے۔

دوسری طرف یہ لوگ برائیاں لے کر آتے ہیں چنانچہ دیکھ لیں اسلام کی تاریخ میں اکثر بدعات اور نقائص ملکی حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کی اور قسم کی بدعات ہیں، وہاں اور قسم کی رسوم ہیں جنہوں نے اسلام میں رواج پایا، ایران کی فتح کے وقت اور قسم کی بدیاں داخل ہوئیں۔ عیسائی آئے تو کچھ اور قسم کی بدیاں لے کر آئے، یہودی داخل ہوئے تو وہ اپنے مزاج کی بدیاں لے کر آئے، مشرک کچھ اور بدیاں لے کر آ گئے تو آنے والے بھی اپنی ساری بدیاں چھوڑ کر نہیں آیا کرتے۔ وہ کچھ بدیاں ساتھ لے کر آتے ہیں جن کی اصلاح کرنی پڑتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تسبیح کے ذریعہ ہمیں یہ پیغام دیا کہ نہ آنے والے پاک ہیں نہ تم پوری طرح پاک ہو اگر تم نے اپنے رب کی تسبیح نہ کی اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور عاجزانہ یہ عرض نہ کیا کہ اے خدا! نہ صرف یہ کہ ہماری بدیاں ان تک نہ پہنچیں بلکہ انہیں بھی پاک فرما دے تا کہ ان کی بدیاں ہم میں داخل نہ ہوں۔ اس وقت تک یہ فتح تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس فتح کو تم بالکل اس لائق نہ رہنے دو کہ مذہبی تاریخ میں اس کی کوئی حیثیت باقی رہے۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے میں اس سے اگلے قدم میں داخل ہوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حمد کا پیغام دیا۔ خدا کی حمد کے گیت گانے کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گویا ہماری حمد کا پیاسا بیٹھا ہوا ہے کہ پہلے تسبیح کر دیں پھر حمد کر دیں تو اسے اس فتح کی جزامل جائے گی جو اس نے عطا کی ہے۔ اگر کسی کے دماغ میں یہ خیال ہے تو نہایت لغو خیال ہے۔ وہ تو تسبیح و تحمید سے بھی مستغنی ہے، وہ تو ساری کائنات کا مالک ہے، انسان پیدا ہو یا نہ ہو، یہ زمین اور یہ زمانہ ہو یا نہ ہو وہ ساری کائنات پر حاوی ہے، سارے زمانوں پر حاوی ہے۔ یہ جو پیغامات دیتا ہے یہ ہمارے فائدہ کے لئے دیتا ہے۔ فرماتا ہے جب خدا کی حمد میں داخل ہو گے تو یہ دعا کرنا جس سے تمہارے دل میں بے قرار تمنا خود بخود اٹھنے لگے گی۔ اللہ کی ذات پر غور کرو گے اس کی صفات پر غور کرو گے تو پھر تمہارے دل سے یہ دعا نکلنی چاہئے کہ اے خدا! جہاں بدیوں کا بائیکاٹ ہو جائے، نہ وہ ہم سے لیں نہ ہم ان سے لیں، وہاں حمد دونوں طرف سے بہنے لگے۔ وہ اپنی خوبیاں لے کر ہمارے اندر داخل ہوں اور ہم اپنی خوبیاں ان کے اندر داخل کر رہے ہوں اور ایک عظیم الشان قوم وجود میں آ رہی ہو۔ تو اسلامی فتح کا یہی وہ تصور ہے جسے احمدیوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ مجھے ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ انشاء اللہ بہت جلد فوج در فوج لوگ احمدیت میں داخل ہونے والے ہیں اور مشرق بعید میں خدا تعالیٰ نے نئی فتح کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ایسے دلوں میں انقلاب برپا ہو رہے ہیں کہ وہ سننے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ جب اسلام کا پیغام سنتے ہیں تو شکوے کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم لوگ پہلے کہاں تھے، ہمارے پاس کیوں نہیں آئے اس لئے میں نے سوچا کہ اس فتح نے تو آنا ہی آنا ہے۔ اب یہ خدا کی تقدیر ہے جو لکھی گئی کوئی نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔ آپ ان لوگوں کو محبت اور پیار کے ساتھ وصول کرنے کی تیاری کریں۔ اپنے دل صاف کریں، اپنے اخلاق اور اطوار کو درست کریں، اپنے خیالات کو پاکیزہ بنائیں، اپنے اعتقادات کی حفاظت کریں، آپ پر بہت بڑی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ آپ ان کے میزبان بننے والے ہیں اس لئے بدیوں کے خلاف اپنے دفاع کو مضبوط کریں تا کہ جب ان نئی قوموں سے آپ کا وسیع طور پر تعلق قائم ہو تو ان کی بدیوں کو رد کرنے والے ہوں اور اپنی بدیوں کو پہلے دور کر دینے والے ہوں یا استغفار کرتے ہوئے کم از کم ایسا انتظام کریں کہ وہ بدیاں ان میں داخل نہ ہوں، پھر حمد کے ترانے گائیں اپنے اندر خوبیاں پیدا کریں اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اس دنیا میں جنت پیدا کریں۔

اکثر لوگ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا وہ Utopia (یٹوپیا یعنی مثالی معاشرہ) جو لوگوں کے تصور میں ایک خواب ہے ایک کہانی ہے کہ دنیا میں ایک عظیم الشان سنہری زمانہ آجائے گا جس میں ہر طرف امن ہوگا اور انسان اس جنت کو پالے گا جس کی خاطر غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ تو میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ وہ جنت تو قریب آ رہی ہے، وہ اسلام کی فتح ہی کی جنت ہے مگر اس کے لئے ہر احمدی کو زبردست تیاری کرنی پڑے گی اسی طرح ہر احمدی کو پھر حمد کے مضمون میں بھی داخل ہونا پڑے گا اس ارادے کے ساتھ کہ خدا کی خاطر مجھ پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو ادا کرنے کے لئے مجھے اپنے خیالات کو درست کرنا ہے، اپنے اخلاق کو سنوارنا ہے، اپنی عادات کو سنوارنا ہے، اپنے مزاج کو سنوارنا ہے اور یہ سب روزمرہ کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والے واقعات ہیں یہ کوئی فرضی حمد نہیں ہے کہ آپ نماز میں چند منٹ کے لئے تصوراتی حمد کرلیں اور پھر باہر آ کر بھول جائیں کہ آپ نے کیا کہا تھا۔ حالانکہ تسبیح وتحمید کا مضمون اور برائیوں کو دور کرنے کا مضمون تو روزمرہ کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے، وہ خوابوں میں بھی ساتھ رہتا ہے، اٹھنے کے وقت بھی ساتھ رہتا ہے، جس وقت آپ کھانا کھا رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی ساتھ ہوتا ہے، جس وقت آپ وضو کر رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی ساتھ ہوتا ہے، جس وقت آپ معاملات کر رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی ساتھ ہوتا ہے۔ بیوی بچوں کے تعلقات میں بھی اور غیروں کے تعلقات میں بھی ساتھ ہوتا ہے۔ غرضیکہ ہر روز انسان کی زندگی میں ایسے بے حد اور بے انتہا مواقع نظر آتے ہیں جہاں وہ اپنی بعض برائیاں دور بھی کر سکتا ہے، اگر وہ بیدار مغزی کے ساتھ اپنا مطالعہ کرے اور بعض وہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کر رہا ہوتا ہے مثلاً بول چال میں بداخلاقی کو چھوڑ دیتا ہے، کلام میں تیزی اور مزاج میں درشتی کو نرمی میں بدل دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ آج میں نے یہ برائی چھوڑ دی ہے، اب میں نے وہ برائی چھوڑ دی ہے۔ اس طرح جب وہ خدا کی حمد کے گیت گائے گا اور اس کی صفات کے مضمون میں ڈوبے گا تو الٰہی صفات کے رنگ پکڑنا شروع کر دے گا اور اس طرح اخلاق کو درست کرنے کا اس سے بہتر طریق اور کوئی نہیں۔

جب آپ کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو یہ حمد ہی کا مضمون ہے۔ اللہ رب العالمین ہے۔ تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ رب کا مطلب ہوتا ہے کہ جو بھی خدا کا فیض

پائے اور جو اس سے تعلق جوڑے وہ پہلے سے بہتر ہونا شروع ہو جائے۔ اگر کسی انسان میں یہ مادہ پیدا ہو جائے کہ جو اس سے تعلق جوڑے وہ بہتر ہونا شروع ہو جائے تو وہ صفت ربوبیت کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ یہ صفت سب سے زیادہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں پیدا ہوئی کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم تھے۔ پارس پتھر کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جو چیز اس سے لمس کرتی ہے وہ سونا بن جاتی ہے۔ پارس پتھر کی محمد مصطفیٰ ﷺ کی جوتیوں کے مقابل پر کیا حیثیت ہے۔ آپؐ جس جگہ سے گزرتے تھے اس جگہ کو تبدیل کرتے چلے جاتے تھے۔ آپؐ نے ایک نہایت ہی حیرت انگیز انقلاب برپا کیا ہے۔ آپؐ نے ایک نہایت ہی ادنیٰ اور ذلیل سوسائٹی کو پکڑا ہے اور انتہائی بلند مقامات پر پہنچا دیا ہے۔ اس کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر اتم۔ اتمام ربوبیت کا مضمون بہت وسیع ہے اور بڑا پھیلا ہوا ہے اس کے اندر خدا کی کئی صفات آجاتی ہیں جو ربوبیت کے تابع جلوہ دکھاتی ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں رب کا ذکر ہے وہاں کبھی کسی صفت کا اس ضمن میں ذکر ہے اور کبھی کسی صفت کا اس ضمن میں ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ربوبیت کے دروازے سے حمد میں داخل ہوں گے تو آپ کے لئے ایسی بہت سی نئی نئی گلیاں کھلیں گی، نئے نئے راستے کھلیں گے کہ جن میں سفر کرتے ہوئے آپ پہلے سے زیادہ حسن اختیار کرتے چلے جائیں گے۔ پس یہ ہے حمد کا مضمون جو آپ کی روزمرہ کی زندگی میں داخل ہو جائے گا۔

پھر فرمایا الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ صفت رحمان کے اندر تو یہ جلوہ ہے کہ کوئی انسان مانگے یا نہ مانگے وہ فیض آپ اس کو پہنچا دیں۔ وہ ناشکرا بھی ہو تب بھی آپ اس کو فیض پہنچائیں، وہ آپ کو گالیاں دینے والا بھی ہو تب بھی آپ اس کو فیض پہنچائیں۔ چنانچہ رحمانیت وہ عمومی فیض ہے جس میں سارے بنی نوع انسان شامل ہیں۔ اس کے بعض پہلوؤں کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں آج میں صرف اتنا ہی اس کے متعلق کہتا ہوں کہ رحمانیت کے بعض پہلو ایسے ہیں جن میں کافر، مشرک بھی برابر کا شریک ہوتا چلا جاتا ہے اور کوئی جو مرضی کہے خدا کو گالیاں دے، اس کے متعلق گندی زبان استعمال کرے، خدا کے ماننے والوں کو دکھ دے تب بھی صفت رحمانیت کے ماتحت قدرت اس پر فضل کرنے سے نہیں رکتی۔ تبلیغ کا بھی رحمانیت سے ایک گونا تعلق ہے کیونکہ تبلیغ کی راہ میں خدا کے بندے آپ سے بعینہٖ وہ سلوک کرتے ہیں جو بعض ظالم بندے اپنے رحمان خدا سے بھی کر رہے

ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے ہاتھوں دکھ پر دکھ اٹھائے لیکن آپ بنی نوع انسان کو فائدہ پر فائدہ پہنچاتے چلے گئے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دکھایا کہ خدا کی صفت رحمانیت سب سے زیادہ آپؐ کے وجود میں جلوہ گر ہوئی۔

پھر رحیمیت ہے۔اس کا ایک تقاضا یہ ہے کہ جب آپ کسی پر رحم کریں، اس کے فائدہ کی بات سوچیں تو ایک دفعہ کر کے بھول نہ جایا کریں۔جس طرح خدا تعالیٰ انسان پر بار بار فضل اور رحم لے کر آتا ہے اسی طرح آپ کے ذریعہ بھی بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور فضل حاصل کریں اور آپ کے اندر بھی صفت رحیمیت جلوہ گر ہو یعنی آپ کی کوشش یہ ہو کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان پر بار بار فضل فرمائے۔ چنانچہ تبلیغ کر کے جو لوگ بھول جاتے ہیں وہ رحمان بننے کی تو کچھ کوشش کرتے ہیں لیکن رحیم نہیں بن سکتے اور پھلوں کا تعلق رحیمیت سے ہے۔ دنیا میں جتنا بھی پھلوں کا نظام ہے اس کا تعلق رحیمیت سے ہے۔ رحمانیت وہ مواد عطا کرتی ہے جس کے نتیجہ میں چیزیں جب ایک دوسرے کے ساتھ عمل میں آتی ہیں تو پھل لگ سکتے ہیں اور رحیمیت ہے جو پھل عطا کرتی ہے۔

یہ رحیمیت کا تقاضا ہے کہ ہر محنت کا اچھا بدلہ دیتی اور ہر کوشش کے نتیجہ میں اس سے کئی گنا زیادہ عطا کرتی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں۔ پھلوں کے مضمون میں ہر جگہ آپ کو رحیمیت کا کرشمہ نظر آئے گا۔ مثلاً اگر خدا تعالیٰ دنیا میں محنت کا دس گنا یا سو گنا یا سات سو گنا بدلہ نہ دے رہا ہوتا تو یہ ساری زندگی مدتوں سے پہلے فنا ہو چکی تھی۔ Evolution یا ارتقا جس رنگ میں بھی ہوا ہے وہ وجود میں ہی نہ آتا۔ یہ دراصل رحیمیت کا کرشمہ ہے کہ وہ محنت کا بدلہ دے رہی ہے اور جتنی محنت کی جاتی ہے اس سے کئی گنا زیادہ بدلہ دیتی ہے۔ زمیندار کو دیکھیں وہ محنت کر کے ایک بیج کا دانہ کھیت میں ڈالتا ہے اور وہ بعض صورتوں میں قرآن کریم کے مطابق کئی سو گنا بھی بڑھ سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

پس پھل کے اس نظام کا رحیمیت سے تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت صفت رحیمیت کے ماتحت بار بار وہ موسم لے کر آتی ہے اور وہ حالات پیدا کر دیتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پھل لگیں اور انسان خدا تعالیٰ کی رحیمیت کے کرشمے دیکھے۔ غرض تبلیغ میں بھی پھل تب لگے گا اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کے آپ تب موجب بنیں گے جب آپ بڑے صبر کے ساتھ اور بڑی ہمت کے ساتھ اور نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ساتھ تعلق جوڑ لیں گے اور رحیمیت

کے تابع بھی بہت سی صفات ہیں ۔ چنانچہ قرآن کریم کا یہ ایک عجیب اسلوب ہے کہ خدا تعالیٰ کی بنیادی صفات جو سورۂ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں ان کو ادل بدل کر مختلف مواقع پر پیش کرتا چلا جاتا ہے جس سے انسان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفات کی ایک تصویر کھلتی چلی جاتی ہے جن میں صفت رحیمیت کارفرما ہوتی ہے اور یہ حقیقت روشن ہونے لگتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات ان چار بنیادی صفات ہی کا پرتو ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں ۔ایک بھی صفت ان سے باہر نظر نہیں آئے گی ۔ رحیمیت کا عدم کیا ہے، یہ صفت نہ ہو تو کیا پیدا ہوتا ہے ۔خدا کی بعض منفی صفات (منفی تو کوئی بھی چیز نہیں) ان معنوں میں کہ قرآن کریم میں آپ کو رحیمیت کے برعکس صفات نظر آنے لگیں گی ۔اسی طرح رحمانیت نہ ہو تو دنیا میں کیا تباہی مچتی ہے وہاں آپ کو خدا تعالیٰ کی بعض ایسی صفات نظر آئیں گی جو رحمانیت کے الٹ ہیں اور ایسی صفات ان قوموں کے لئے ظاہر ہوتی ہیں جو رحمانیت سے تعلق نہیں جوڑتیں ۔

پس بظاہر تو حمد کی صفات ہوتی ہیں لیکن انہی کے اندر تسبیح والا مضمون بھی آجاتا ہے اور سورۂ فاتحہ کا نظام ایک مکمل نظام ہے اس پر غور کرتے ہوئے جب آپ حمد کے مضمون میں داخل ہوں تو تفصیل سے سوچا کریں کہ ہم نے کس خدا سے تعلق جوڑا ہے اور کیا ہم بندوں کے لئے ویسا بن رہے ہیں یا نہیں ۔اگر ویسا بنیں گے تو لازماً پھر آخر پر وہ نتیجہ پیدا ہوگا جس کی طرف سورہ فاتحہ ہمیں لے کر جارہی ہے ۔مثلاً انسان رب بن جائے یعنی اپنے رنگ میں ربوبیت کی صفات پیدا کرلے، وہ رحمان بن جائے یعنی اپنے رنگ میں اور اپنے محدود دائرہ میں وہ اپنے اندر رحمانیت کی صفات پیدا کرلے، رحیم بن جائے اور اپنے دائرہ میں اور اپنی توفیق اور استطاعت کے مطابق رحیمیت کی صفات پیدا کرلے تو لازماً پھر مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ تک پہنچ جاتا ہے ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو کھولا اور فرمایا کہ سارے انبیاء میں سے صفت مالکیت کے کامل مظہر صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بنے ہیں ۔یعنی آپؐ صفت مالکیت کے مظہر اتم تھے ۔آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کی کامل صفات اختیار فرمائیں ۔صفت رحمانیت کی بھی کامل طور پر صفات اختیار فرمائیں اور پھر آپؐ نے حیرت انگیز طور پر رحیمیت کی صفات بھی اختیار فرمائیں یہاں تک کہ نتیجۃً آپؐ مالکیت تک پہنچ گئے یعنی اس خدا سے آپؐ کی محبت کا کامل تعلق پیدا ہو گیا جو مالک ہے ۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر انجام اس کے ہاتھ میں ہے ۔ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو مالکیت میں شامل

کرلیا۔ آپؐ کو وہ بادشاہت عطا کی جو خدا کی بادشاہت تھی۔ آپؐ کی زبان خدا کی زبان بن گئی، آپؐ کا ارادہ خدا کا ارادہ بن گیا، آپؐ کا غضب خدا کا غضب ٹھہرا اور آپؐ کا رحم اللہ کا رحم کہلایا۔ یہ ہے سورۂ فاتحہ میں بیان ہونے والی مالکیت کی صفت کا مفہوم جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہر کامیابی کا راستہ یہ ہے کہ انسان ان تین صفات کو اختیار کر کے اپنے خالق و مالک رب سے تعلق جوڑے تب خدا کی صفت مالکیت ان تین صفات کو چمکا دیتی ہے، ان کے استعمال کو ایک نئی شان بخشتی ہے۔ ایک انسان اگر صفت رحمانیت کا مظہر ہو اور صفت مالکیت کا نہ ہو تو اس کی حد گویا ایک معین حد ہے اس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ آپ کو کسی شخص پر کتنا ہی رحم کیوں نہ آ رہا ہو، آپ کا کتنا بھی دل چاہے کہ آپ اس کو سب کچھ عطا کر دیں، وہ مانگے نہ مانگے آپ اس کو عطا کر دیں لیکن آپ صفت مالکیت کے مظہر نہ بنیں تو آپ کی صفتِ رحمانیت کیا جلوہ دکھا سکتی ہے۔ رحیمیت کی صفت اختیار کریں، ربوبیت کی اختیار کریں جو چاہیں کریں اگر صفت مالکیت کا شرف حاصل نہ ہو تو یوں معلوم ہوتا ہے ہر صفت اپنی ذات میں سکڑ کر رہ گئی ہے اس میں کوئی بھی طاقت نہیں رہی۔

پس جب خدا تعالیٰ کے بندے خدا کی خاطر ربوبیت اختیار کرتے ہیں، رحمانیت اختیار کرتے ہیں اور رحیمیت اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریوں پر رحم فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو! میرے بندے میرے جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں، میرے حسن کی صرف زبان سے تعریف نہیں کرتے بلکہ عمل کو بھی میری صفات کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بچارے مجبور ہیں ان کے پاس کچھ طاقت نہیں ہے کہ وہ میرے جیسا بن سکیں۔ تب خدا کی صفت مالکیت جوش میں آتی ہے اور وہ ان کو درجہ بدرجہ مالکیت میں شامل کر لیتی ہے اور اس مقام پر سب سے زیادہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مالکیت کی صفات پائیں۔ نہ صرف خود یہ صفات پائیں بلکہ اپنے غلاموں کو بھی عطا کیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ

عسی رب اشعث اغبَرَ لو اقسم علی اللہ لابرہ

(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۳۶۴۔ الجامع الصغیر للسیوطی الجزء الثانی باب الراء)

تو اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ تم میرے مقام کو سمجھنا چاہتے ہو تو تمہاری عقلیں،

تمہارا علم، تمہاری فراست اور تمہارا ادراک کوتاہ ہے تم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ تم میرے غلاموں کی شان دیکھو۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کے بالوں میں خاک اڑ رہی ہوتی ہے جن کا حال پراگندہ ہوتا ہے لیکن جب وہ خدا پر قسم کھا لیتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ واقعہ ہوگا تو خدا ایسا واقعہ ضرور کر دیا کرتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں مالکیت میں شامل کر دینا۔ تو صفت مالکیت ایسی نہیں ہے جو آپ اپنی ذات سے یا اپنی کوشش سے اختیار کر سکیں۔ انسان کے پاس کچھ نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ربوبیت رحمانیت اور رحیمیت کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ صرف آپ کا ایک ارادہ ہے، نیک تمنا ہے کہ ہم ایسا بننے کی کوشش کریں۔ جب آپ پوری نیت کے ساتھ، پوری وفا کے ساتھ، پورے عجز کے ساتھ، پورے پیار اور محبت کے ساتھ اپنے رب کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر اس کی صفت مالکیت جلوہ دکھاتی ہے اور وہ انسان کو مالک بنا دیتی ہے۔

پس اگر احمدی نے اس سارے زمانہ کی تقدیر بدلنی ہے تو اس کا یہی ایک طریق ہے جو مجھے معلوم ہے اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں ہے۔ یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے، یہی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت ہے اور یہی اس کی تفسیر ہے جو آپ ؐ نے مختلف وقتوں میں بیان فرمائی۔ پس مجھے نظر آ رہا ہے کہ خدا کی قدرت مالکیت کے جلوے دکھانے کے لئے تیار ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ بنی نوع انسان پر اور احمدیت کی قربانیوں پر رحم فرما رہا ہے۔ وہ جان چکا ہے کہ احمدی پورے خلوص اور محبت اور وفا کے ساتھ اپنا سب کچھ اس کی راہ میں فنا کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ہم پر اس کے پیار کی نظریں پڑ رہی ہیں اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ مالکیت کے جلوے تھے جو ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کے ذریعہ سے ظاہر ہوئے لیکن وہ سب جلوے مالکیت کے جلوے تھے۔ ہماری محنت کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ لوگوں کے دلوں میں تبدیلیاں فرما رہا ہے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس وقت خطبہ میں تفصیل سے باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے مگر میں نے اس مضمون کا آغاز کر دیا ہے۔ اب تو فجی کی باتیں بیان کرنے کا وقت بھی نہیں رہا۔ میرا خیال تھا فجی کے ذکر سے تھوڑی سی بات آگے چلے گی تو میں آپ کو کچھ باتیں سناؤں گا۔ اب وقت کی رعایت سے صرف چند باتیں ہی بیان کر سکتا ہوں۔

فجی میں جماعت احمدیہ کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ غیر از جماعتوں مسلمانوں کی تعداد ہمارے مقابل پر نہ صرف بہت زیادہ ہے بلکہ وہ مؤثر بھی ہے اور اتنے مؤثر ہیں کہ نہ صرف وہ فجی کی موجودہ حکومت کے ساتھ ہیں بلکہ ہمیشہ ہی وہ حکومت کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کا لازماً ایک وزیر ہوتا ہے۔ وہ فجین قوم ہے اور اس وقت وہاں حکومت کرتی ہے ان کو اسلام کا کچھ پتہ نہیں، تفریق کا کوئی علم نہیں اور فرقوں کی تقسیم کا کوئی پتہ نہیں وہ اپنا جو کچھ تاثر لیتے ہیں ان مسلمانوں سے لیتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کہلا ئے گا تو وہ ان سے پوچھیں گے کس قسم کا ہے اس کو منہ لگانا چاہئے یا نہیں لگانا چاہئے۔

ان حالات میں فجی کے احمدی بھی پریشان تھے اور میں بھی فکر مند تھا لیکن مایوس نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے انتظام کرے گا کہ وہاں تبلیغ کے راستے کھول دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ناندی میں جہاں ہم نے پہلے دن ہوائی جہاز سے باہر قدم رکھا۔ وہاں کے میئر ائیر پورٹ پر تشریف لائے اور اس لحاظ سے انہوں نے بڑے خلق کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد دوسرے دن ان کی دعوت پر ہم Civic Center پر لیکچر کے لئے بھی گئے۔ اس اثنا میں اتنی تفصیل سے جماعت کی مخالفت میں تنظیم قائم کر دی گئی تھی کہ ایک ایک مسلمان کو یہ پیغام پہنچایا گیا تھا کہ تم نے احمدیوں سے کلیتہً بائیکاٹ کرنا ہے ان کے کسی جلسے میں شامل نہیں ہونا اور پھر غیر مسلم فجین کو بھی ڈرایا جارہا تھا اور ان کو بھی روکا جا رہا تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا اور جیسا کہ میں نے کہا ہے جب مالک فیصلہ کرلے تو جو مالک نہیں ہے اس کا بس نہیں چلتا، بے چارے کی خواہش ہی رہ جاتی ہے، ایک حسرت رہ جاتی ہے، وہ کچھ کر نہیں سکتا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ان لوگوں کے لئے بے بسی کا ایسا عالم تھا کہ باقیوں کو تو چھوڑو وہاں کے ایک بہت بڑے لیڈر جن کا میں اس وقت مصلحتاً نام نہیں بتانا چاہتا ان کی بیٹی بھی تقریر سننے کے لئے وہاں پہنچ گئی اور وہ شدید مخالف ہی نہیں تھی بلکہ اس نے پورا مطالعہ کیا ہوا تھا اس لٹریچر کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بالکل غلط تاثرات بلکہ نہایت ہی خوفناک تاثرات قائم کرتا ہے۔ اس نے اپنے والد سے کتابیں لے کر ان کا بڑا گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا وہ بھی اس مجلس میں موجود تھیں۔ فجینز بھی تھے اور غیر از جماعت مسلمان بھی تھے۔ اگرچہ بائیکاٹ تھا لیکن بعض علما نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچیں گے اور ایسے اعتراض کریں گے کہ ان کی کوئی پیش نہیں جائے گی اور یہ بھی کہ ہم ان کو ذلیل و رسوا کر دیں گے۔

چنانچہ ایسے ہندوستانی علما جو مدینہ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے اور بڑے چوٹی کے علما تھے وہ اپنے شاگردوں اور ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریر ہوئی اور پھر جب سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا تو احمدیت تو خدا کے فضل سے صداقت ہے اس کے لئے کسی خوف کا سوال ہی نہیں بھلا روشنی بھی کبھی اندھیرے سے ڈرتی ہے۔ میں تو ان کو صاف اور کھل کر بتا تا رہا ہوں کہ اگر ہم روشنی ہیں تو تمہیں منہ چھپانا پڑے گا۔ اندھیرے کے لئے روشن دانوں پر پردے ڈالے جاتے ہیں، گرمیوں میں سورج کی تمازت سے بچنا چاہیں تو ہزار کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح روشنی اندر داخل نہ ہو پس لوگ ڈرتے ہیں سورج تو اندھیرے سے کبھی نہیں ڈرا۔

پس یہی کیفیت ہم نے وہاں دیکھی۔ میں بڑی بے تکلفی کے ساتھ مگر اس کامل یقین کے ساتھ ان کے سوالات کا جواب دیتا تھا اور سمجھتا تھا کہ دیکھتے دیکھتے حقیقت کھل جائے گی اس لئے میں ان سے کہتا تھا جس کسی نے جو بھی سوال کرنا ہے کرے بے شک تلخ سے تلخ سوال بھی کیوں نہ ہو میں اس کا جواب دوں گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے اندر جو سوال ہوئے ان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سوالات کرنے والوں نے خود ہی اطمینان کا اظہار شروع کر دیا۔ ایک طرف سوال کرتے تھے اور دوسری طرف تھوڑی دیر کے بعد کہہ دیتے تھے کہ ہاں بالکل ٹھیک ہے ہماری تسلی ہوگئی، سر ہلانے لگ جاتے تھے، کہنے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ وہاں ایک فجین پادری صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ ان کی کیا پوزیشن ہے مجھے یاد نہیں ان کا ایک چرچ سے تعلق ہے اور شاید وہاں کے کسی تعلیمی ادارے کے لیکچرار بھی تھے بہرحال ان کی اچھی پوزیشن تھی فجی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک سوال کیا اس کے بعد ان کے چہرے پر بشاشت آئی پھر انہوں نے ایک اور سوال کیا اور اس کے بعد کھڑے ہو کر شکریہ بھی ادا کیا اور کہا کہ ہاں ہماری تسلی ہوگئی۔ نہ صرف بعد میں احمدیوں سے ملے اور درخواست کی کہ میں تو لمبی ملاقات چاہتا ہوں۔ اب تو میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں نے ملنا ہے اور مزید باتیں کرنی ہیں لیکن چونکہ وقت بہت ہی تھوڑا تھا پہلے سے پروگرام طے شدہ تھے اس لئے مصروفیت کی وجہ سے میں ان کو وقت نہیں دے سکا۔ اب انشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ خط و کتابت کے ذریعہ ان سے رابطہ قائم رکھوں۔

پس جب یہ اثر دیکھا تو ایک مولوی صاحب جو اپنی ٹیم کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے

وہ بڑے پریشان ہوئے اور انہوں نے پھر سوال وجواب کا معاملہ اپنے ہاتھ میں سنبھال لیا۔ انہوں نے ایک سوال کیا میں نے جب اس کا جواب دیا تو اس سوال کے پہلے حصہ سے مکر گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی ایسی عقل ماری کہ ان کے سوال کرنے کا پہلا حصہ خود ہی دوسرے حصہ کی نفی کر رہا تھا۔ جب وہ بڑے لہک لہک کر سوال کرنے لگے اور انہوں نے خوب اردو بولی تو چونکہ وہاں اکثر مجالس انگریزی میں ہوتی تھیں مگر وہ کہتے تھے مجھے انگریزی نہیں آتی۔ پہلے تو یہ جھوٹ بولا کہ مجھے اردو بھی نہیں آتی اور بعد میں جب مجبور ہو گئے تو اردو بولی اور اتنی فصیح وبلیغ کہ سارے حاضرین حیران رہ گئے کہ مذہبی آدمی اور اتنا جھوٹا۔ کسی سے کہلوایا کہ اردو کا ایک لفظ بھی مجھے نہیں آتا اور بعد میں پتہ لگا کہ وہ اچھے بھلے یوپی کی اردو بولنے والے ہیں۔ خیر اسی طرح ایک جھوٹ تو پکڑا گیا۔

جب انہوں نے سوال مکمل کیا تو میں نے مسکراتے ہوئے تسلی سے ان سے کہا کہ مولوی صاحب! آپ کے سوال کا آخری حصہ یہ ہے اور پہلا حصہ یہ ہے۔ جواب تو آپ خود ہی دے چکے ہیں۔ اس پر وہ پہلے حصہ سے مکر گئے کہ میں نے تو یہ کہا ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا بہت اچھا یہ حسن اتفاق ہے کہ کیسٹ ریکارڈنگ ہو رہی ہے اور وڈیو ریکارڈنگ بھی ہو رہی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو آپ کو یہ حصہ سنا دیں تو اسی وقت گھبرا کر پیچھا چھڑانے لگے کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں، میں نے کہا ہو گا لیکن اب میں ایک اور سوال کرتا ہوں۔

جب دوسرا سوال شروع کیا تو میں نے قرآن کریم اور حدیث سے جواب دینا شروع کیا تو پریشان ہو گئے کہ نہیں آپ کون ہوتے ہیں قرآن کریم کی تشریح کرنے والے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! عقل کی بات کریں۔ آپ نے خود ہی مذہب کے بارے میں سوال کیا ہے اور آپ نے خود ہی یہ کہا ہے کہ میں آپ کے سوال کا قرآن کریم کے ذریعہ جواب دے کر آپ کو مطمئن کروں۔ اس لئے میں تو قرآن سے جواب دوں گا۔ بولے نہیں قرآن تو ہمارا ہے۔ گویا ان کی Monoply (اجارہ داری) ہے۔ میں نے کہا آپ نے سوال کیا ہے اور قرآن سے جواب مانگا ہے اس لئے اب آپ کو اس کا جواب سننا پڑے گا کیونکہ سائل کا پھر یہ حق نہیں ہے کہ وہ دخل اندازیاں کرے، کم از کم اسلامی شرافت تو سیکھیں یہاں آئے ہیں تو اسلامی تہذیب کے اندر رہیں۔ یہاں ہندو بھی بیٹھے ہیں اور عیسائی بھی، فجیئنز بھی ہیں اور ایشینز بھی، آپ جو حرکتیں کر رہے ہیں ان کو دیکھ کر لوگ کیا

سمجھیں گے، آپ ان پر کیا اثر ڈالیں گے؟ آپ کو تہذیب کے دائرہ کے اندر رہنا پڑے گا۔ میں نے کہا آپ باقی لوگوں کو دیکھیں وہ سوال کرتے ہیں پھر ان کو جواب سننے کا حوصلہ بھی ہوتا ہے۔

خیر تھوڑی دیر جب جواب سنا تو ان کو یہ خطرہ پیدا ہوا یہ بالکل بجا تھا کہ دوسرے مسلمان جو سن رہے ہیں اور جن کے وہ پیر بن کر آئے تھے وہ تو تائید میں سر ہلانے لگ گئے ہیں۔ تب انہوں نے سوچا کہ اب میں کیا کروں۔ چنانچہ آدھے سوال سے ذرا زائد جواب ہوا تھا کہ گھبرا کر اٹھے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجلس چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن اکثر وہاں بیٹھے رہے۔ ان کے ساتھ گنتی کے چند آدمی گئے۔

وہ مخالف خاتون جن کا میں نے ذکر کیا ہے وہ بھی بیٹھی رہیں۔ چنانچہ انہوں نے پھر دوبارہ مجھ سے وقت لیا۔ کہنے لگیں میں تو کچھ اور سمجھا کرتی تھی احمدیت تو بالکل اور چیز ہے مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔ جب وہ ملنے کے لئے آئیں تو انہوں نے اعتراض دہرانے شروع کر دیئے جو آپ نے اکثر سنے ہوئے ہیں مثلاً محمدی بیگم کا اور اس قسم کے دوسرے اعتراضات۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے راستے کھولتا رہا ہے اور جتنی مخالفت ہوئی ہے اتنا فائدہ پہنچا ہے کیونکہ اس وقت جو غیر قوموں والے تھے وہ جج بن کر بیٹھ گئے تھے۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو وہ دیکھ رہے تھے کہ کون آدمی معقول باتیں کر رہا ہے اور کون کج بحثی کر رہا ہے، کون انصاف کی بات کر رہا ہے اور کون ضد کر رہا ہے اور لغو باتیں کر رہا ہے۔ چنانچہ سب حاضرین پر احمدیت کا ایک بہت ہی پیارا تاثر پیدا ہونا شروع ہو گیا اور جو غیر مبائعین شامل ہوئے تھے وہ اس کے نتیجہ میں بڑی تیزی کے ساتھ ہماری طرف مائل ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہم سے تعلق قائم کیا۔ اب یہ بات عام ہوگی تو یہاں کے غیر مبائعین بڑے گھبرائیں گے اور پریشان ہوں گے کہ ان کے شائد گنتی کے کچھ لوگ وہاں موجود ہیں وہ بھی ہاتھ سے جاتے نہ رہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تو ان کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے کیونکہ میں ان کی آنکھوں میں محبت اور تعلق اور سمجھ کے آثار دیکھ کر آ رہا ہوں مجھے یہ نظر آ رہا ہے کہ ان کے دل مائل ہو چکے ہیں۔

پس یہ ایک دن کی مجلس تھی جس میں ہم نے خدا تعالیٰ کے بڑے فضل دیکھے غیر معمولی تائید دیکھی نصرت دیکھی اور دلوں کو احمدیت کی طرف مائل ہوتے دیکھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں اسی

شہر میں اپنے احمدی دوستوں کے ساتھ جو مجالس ہوئیں ان کے نتیجہ میں دیکھتے دیکھتے یوں لگتا تھا کہ احمدیوں کی کایا پلٹ رہی ہے۔ جب ہم وہاں پہنچتے ہیں تو اور قسم کے چہرے دیکھتے تھے پھر جب نانڈی سے روانہ ہو رہے تھے تو کچھ اور قسم کے چہرے ظاہر ہو چکے تھے۔ ان میں عزم تھا ان میں ارادے تھے نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے خود ملاقاتوں اور مجالس میں کھل کر کہا کہ ہو گیا جو ہونا تھا غفلت کی جو حالت تھی وہ گزر گئی۔ اب ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آج سے ایک مبلغ کی طرح اپنی زندگیاں وقف رکھیں گے ہمارے دل میں خدمت اسلام کا ایک غیر معمولی جذبہ پیدا ہو چکا ہے ہم اسلام کی تبلیغ کرینگے اور ہر طرف خدا کا پیغام پہنچائیں گے۔

یہ پاک تبدیلیاں اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا تھا، ایسی صورت میں کوئی بڑا ہی بے وقوف اور جاہل ہوگا جو یہ سمجھے کہ اس میں اس کی کوششوں کا دخل ہے۔ اس میں کسی انسانی کوشش کا دخل نہیں محض اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں۔ چنانچہ فجین پریس کے نمائندے پہنچ گئے حالانکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے دوسروں کا پریس کے اوپر بھی بڑا اثر تھا۔ لوگ پریس کے نمائندوں کو روکتے تھے کہ ان کی باتیں نہیں سنیں لیکن اس کے باوجود پریس پہنچا اور بہت اچھا Coverage یعنی اخباری خبریں دیں۔ صرف یہی نہیں ریڈیو فجی نے اردو میں بھی اور انگریزی میں بھی قریباً ایک گھنٹے کا انٹرولیا اور پھر نشر کیا اور اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ لوگ انہیں کیا کہتے ہیں۔ پھر اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے کہا ہم آپ کی بیگم صاحبہ کا بھی انٹرویو لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بیگم صاحبہ کا بھی انٹرویو لیا۔ پس یہ سامان کس نے کیا تھا؟ میں نے تو نہیں کیا تھا نہ میرے اندر طاقت تھی اور نہ ہمارے فجین احمدیوں میں تھی جو بے چارے دینی لحاظ سے بہت کمزور ہیں، وہ چند ہزار کی تعداد میں ہیں، کوئی دنیوی طاقت انہیں حاصل نہیں، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس نے طاقت عطا فرمائی۔ سارے فجی کو اردو میں بھی اور انگریزی میں بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی اور بھی بہت سے نشان بڑے دلچسپ واقعات ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ بعد میں اجتماعات پر کروں گا، پھر جلسہ سالانہ ہے اس میں بھی ذکر چلے گا، یہ لمبی باتیں ہیں میں نے جیسا کہ بیان کیا ہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ تھوڑے سے وقت کے اندر واقعات اس طرح اکٹھے ہو گئے ہیں جس طرح کہتے ہیں کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ یعنی کندھے سے کندھا ملا کر ایک جلوس جا رہا ہوتا ہے اس طرح واقعات ایک دوسرے سے مل کر چل

رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا ایک مووی پلیٹ فارم (Movie Plat Form) ہے۔ ایک حرکت کرنے والا پہیہ ہے جس پر ہم سوار ہو گئے ہیں۔ ایک طرف سے ڈوبے ہیں دوسری طرف سے کراچی پہنچ گئے ہیں اور اس سارے عرصہ میں واقعات کا ایک مسلسل جلوس تھا جو ایک دوسرے کے ساتھ جاری رہا۔ میں بھی اور میرے ساتھی بھی اس حال میں واپس لوٹے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہمارے سینے معمور ہیں اور زبانوں پر خدا تعالیٰ کی حمد کا ایک نہ ختم ہونے والا سمندر جاری ہے۔

پس میں آپ کو بھی یہی پیغام دیتا ہوں کہ اپنے سینوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید سے بھر دیں۔ یہی تسبیح اور تحمید ہے جواب ہمارے کام آئے گی ورنہ اس کے بغیر یہ فتح اور نصرت ہمارے ہاتھوں سے ضائع ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے استغفار کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی کما حقہ تسبیح اور تحمید نہیں کر سکتا۔ اگر چہ وہ اپنی طرف سے تسبیح و تحمید کا پورا پورا حق ادا کرتا ہے پھر بھی بعض غلطیاں رہ جاتی ہیں اس لئے تسبیح اور تحمید کے ساتھ ہی فرمایا تم عجز کے ساتھ استغفار بھی کیا کرو۔ فتح و نصرت ملنے کے بعد خدا کے حضور یہ عرض کیا کرو کہ اے اللہ! یہ سب کچھ کرنے کے باوجود ہمیں یہ پتہ ہے کہ اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا تو ہم بخشے جانے کے لائق نہیں ٹھہریں گے۔ ہم محض تیری بخشش کے سہارے زندہ ہیں، ہم اس امید پر زندہ ہیں کہ جب تیرے حضور حاضر ہوں گے تو اے خدا تو ہم پر رحمت اور شفقت کی نظر کرے گا اور بخشش کی نگاہ ڈالے گا ورنہ یہ فتوحات جو تو نے ہمیں عطا کی تھیں ہم ان کا حق ادا کرنے کے لائق نہیں۔

اس جذبے کے ساتھ دوست جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کریں گے اور استغفار کریں گے اور رب کریم کے ساتھ پیار اور محبت کا تعلق جوڑیں گے تو پھر دیکھیں گے کہ انشاء اللہ وہ فتح و نصرت جس کے آثار میں دیکھ کر آیا ہوں وہ کس شان کے ساتھ آتی ہے اس سے دنیا میں ایک نیا انقلاب برپا ہوگا انسان کو ایک نئی جنت عطا ہوگی لیکن وہ جنت وہی جنت ہے جس کا پہلے آپ کے دلوں میں قائم ہونا ضروری ہے۔ یہی وہ جنت ہے جو آپ کے دلوں سے اچھل اچھل کر باہر نکلے گی اور دنیا میں پھیلے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کی جنت ہے، یہ استغفار کی جنت ہے جس سے دنیا کی کایا پلٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

چونکہ ابھی میں سفر کی حالت میں ہوں اور تھوڑی دیر کے بعد ربوہ کے لئے روانہ ہونا ہے اس لئے میں جمعہ کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز جمع کر کے پڑھاؤں گا اور مسافر ہونے کی وجہ سے عصر کی نماز قصر کروں گا جو دوست مسافر ہیں وہ میرے ساتھ دوگانہ پڑھ کر سلام پھیر دیں گے۔ مقامی دوست بغیر سلام پھیرے اس وقت کھڑے ہونگے جب میں دونوں سلام پھیر کر فارغ ہو جاؤں گا۔ نماز میں بے صبری نہیں دکھانی چاہئے جب تک امام نماز کی حالت میں بیٹھا ہوا ہے مقتدی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ الگ ہو جائے۔ اس لئے جب دوسرا سلام پھر جائے اس وقت تسلی سے اٹھیں اور دو رکعتیں پوری کریں۔ اکثر دوستوں کو اس مسئلہ کا علم ہے لیکن چونکہ نئی نسلیں آگے شامل ہوتی رہتی ہیں اس لئے ان باتوں کو بار بار دہرانا پڑتا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱/دسمبر ۱۹۸۳ء)